عورت کی دیت آدھی کیوں؟
(قرآن کی روشنی میں)

سید مزمل حسین نقوی[1]
muzammilhussainnaqvi5@gmail.com

کلیدی کلمات: اسلامی ضابطہٗ حیات، عورت کے حقوق، دیت، میراث۔

خلاصہ

اسلامی قوانین میں زندگی کے تمام پہلو مدّ نظر رکھے گئے ہیں۔ میراث، دیت بھی انہی کا ایک شعبہ ہے نہ کہ مکمل اسلام۔ صرف اقتصادی پہلو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام میں عورت اور مرد کے حقوق برابر نہیں۔ بلکہ مرد اور عورت کے لئے کچھ مخصوص ذمہ داریاں ہیں۔ دیت در حقیقت انسان کے جسمانی نقصان کو پورا کرنے کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ اس کا معنوی مقام و مرتبے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرد کی دیت کا زیادہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ شرعی اور انسانی حیثیت سے عورت سے افضل ہے۔ اسی طرح میراث میں ہر جگہ عورت کا حصہ مرد سے کمتر نہیں ہے، کئی مقامات پر برابر اور کئی مقام پر زیادہ ہے۔ دیت ایک لحاظ سے اس نقصان کا جبران کرتی ہے جو ایک گھر کو مقتول کی وجہ سے اٹھانا پڑتا ہے اور اقتصادی نکتہ نظر سے اصل کردار چونکہ مرد کا ہوتا ہے اسی لئے مرد کی دیت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بعض اوقات عورت گھر کی اقتصادی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے تو جواب یہ ہے کہ قانون اکثریت کے لئے بنتا ہے نہ کہ اقلیت کے لئے۔ مختصر یہ کہ دیت مالی اور اقتصادی نقصان کا جبران ہے اور مالی اور اقتصادی لحاظ سے مرد عورت سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی دیت اور میراث عورت سے زیادہ ہوتی ہے اس مقالے میں شرعی ادلہ کے ذریعے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقدمہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کے قوانین واصول اس ذات نے بنائے ہیں جو عالم، قادر اور عادل ہے۔ اسے اپنے پیدا کئے ہوئے سارے بندوں سے پیار ہے۔ وہ سب کی بھلائی چاہتا ہے۔ وہ کسی کی حق تلفی نہیں چاہتا۔ مرد ہو یا عورت جو بھی اچھا عمل کرے گا وہ اسے قبول کرے گا اور اس کی بہترین جزا دے گا۔

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَـئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلاَ يُظْلَمُونَ نَقِيرًا(

1 ۔ ڈائریکٹر نور الہدیٰ فاصلاتی نظام تعلیم، بارہ کہو، اسلام آباد۔

(1

ترجمہ: جو شخص بھی نیک عمل کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت بشرط صاحب ایمان ہو تو ہم انہیں پاکیزہ زندگی عطا کریں اور ان کے اعمال کی انہیں بہترین جزا دیں گے۔

اسلام کی واضح تعلیمات کے باوجود بعض افراد کم علمی یا بغض و عناد کی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام عورت کے حقوق کا قائل نہیں ہے۔ اسے مرد کے برابر حق نہیں دیتا۔ میراث کی بات ہو تو مرد کو عورت کے دو برابر دی جاتی ہے۔ دیت کی بات ہو تب بھی مرد کی نسبت اس کی دیت آدھی ہے۔ گواہی کی بات ہو تو دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام عورت کو وہ حیثیت نہیں دیتا جو مرد کو دیتا ہے۔

حالانکہ یہ سوچ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ جتنی عزت اسلام نے عورت کو دی ہے نہ کسی مذہب نے دی ہے اور نہ کسی معاشرے نے۔ اگر تاریخ کے ورق پلٹے جائیں تو مغرب سمیت دنیا کے بیشتر حصوں میں عورتوں کے ساتھ ظلم اور ناروا سلوک ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ عہد یونان ہو یا روم قبل از اسلام کے عرب ہوں یا فارس ماسوائے اسلام کے کسی مذہب اور معاشرے میں عورت کو انفرادی حیثیت میں قبول نہیں کیا گیا۔ توریت کے حامیوں کے نزدیک تو عورت کو روز اول سے ہی گناہ گار تصور کر لیا گیا ہے۔ آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کی واحد ذمہ دار عورت کو ہی کہا گیا ہے۔

اسی طرح ہندو مت کے پیروکار دھرم شاستر کو حوالہ بنا کر آج تک عورت کو حقیر سمجھتے آئے ہیں۔ اسے شوہر کی میراث سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا بلکہ شوہر کی موت پر مرد کے ساتھ عورت کو بھی زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ رومی سماج میں عورت کو بے روح تصور کر کے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جاتا تھا۔ جسم پر گرم تیل ڈال کر گھوڑوں کے پیروں سے باندھ دیا جاتا تھا۔ چینی معاشرے میں عورت کو خوشبختی اور سعادت سے عاری ایک بدبودار پانی تصور کیا جاتا تھا۔

اسلام سے پہلے خود عربوں میں عورت کو موت سے بھی زیادہ ناپسند تصور کیا جاتا تھا۔ بچی کی پیدائش کی خبر سن کر ان کے چہرے بگڑ جاتے تھے۔ بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا عام رواج تھا۔ جبکہ اسلام نے عورت کو ایک مقام دیا۔ وہ عورت جو حقیر اور پست سمجھی جاتی تھی اسے عزت واحترام کے اعلیٰ مراتب سے ہمکنار کیا۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اگر وہ بیوی ہے تو دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ اگر بیٹی ہے تو آتش دوزخ سے بچنے کا وسیلہ ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اگر ماں ہے تو اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ گویا عورت کو ہر حیثیت سے قابلِ فخر قرار دیا ہے۔ داعی اسلام نے صرف فکری اور نظری اعتبار سے ہی عورت کو مرتبہ و مقام نہیں دیا بلکہ قانون کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور مردوں کے ظلم کی روک تھام کا موثر انتظام کر دیا ہے۔ جہاں شریعت نے مرد کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ ناگزیر حالات میں طلاق دے سکتا ہے وہاں عورتوں کو بھی طلاق لینے کا اختیار دیا ہے جسے طلاق خلع کہا جاتا ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ عورت کو میراث میں مرد سے کم ملتا ہے یا عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے تو اس سے عورت کے حقوق کی پائمالی نہیں ہوتی اور نہ ہی عورت کی عزت وعظمت پر زد پڑتی ہے۔ کیا تمام مردوں کے حقوق ایک جیسے ہیں۔ جو حق باپ کا ہے کیا وہی حق استاد کا ہے۔ کیا ایک ہی شعبہ میں کام کرنے والوں کے حقوق ایک جیسے ہوتے ہیں جو حق شعبے کے سربراہ اور ڈائریکٹر کا ہے وہی کلرک اور چپراسی کا ہے۔ جبکہ دونوں انسان ہیں، مرد ہیں۔ دونوں کی ضروریات ہیں پھر ایک کو زیادہ سہولیات دی جاتی ہیں جبکہ دوسرے کو کم۔ کیا اس سے کسی کی حق تلفی ہو رہی ہے یا اسے ذلیل سمجھا جا رہا ہے۔

درحقیقت حقوق کا تعلق ہر شخص کی معاشرتی حیثیت اور معاشرے کے ارتقا کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اگر سب کے حقوق ایک جیسے ہوں تو معاشرہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر شخص یہ سوچے گا کہ جب حقوق برابر کے ہیں تو میں زیادہ محنت کیوں کروں۔ حقوق کی پائمالی وہاں ہوتی ہے جب مقرر کردہ حقوق ادا نہ کئے جائیں اور ایک ہی صلاحیت، استعداد اور حیثیت کے حامل دو افراد میں فرق ڈالا جائے۔ اسلام نے ہر انسان

کو اسی کی حیثیت سے مقام اور حقوق دیئے ہیں۔ بچے کی تربیت اور پرورش میں عورت کا کردار مرد سے زیادہ ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے ماں کو باپ سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ جنت جو کہ تمام اعمال دنیا کا ماحصل ہے کو ماں کے قدموں تلے قرار دیا ہے نہ کہ باپ کے قدموں میں۔ بیوی بچوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنا مرد کی ذمہ داری ہے لہٰذا جہاں مال کی بات ہوگی تو مرد کو زیادہ دیا جائے گا۔ بچہ تو دونوں کا ہے۔ پھر اس کا خرچ صرف مرد کے ذمہ کیوں ہے؟

رشتے داریوں میں عورت مرد میں فرق نہیں ہے مرد والدین کا بیٹا ہے، زوجہ کا شوہر ہے، اولاد کا باپ ہے عورت والدین کی بیٹی ہے، شوہر کی زوجہ ہے اور اولاد کی ماں ہے۔ رشتے داریوں میں مرد اور عورت برابر ہیں، لیکن کفالت میں برابر نہیں ہیں۔ بیٹا جب پیدا ہوا تو کفالت کی ذمہ داری باپ پر ہے۔ جب بالغ ہوگیا تو ذمہ داری خود اس کے اوپر ہے۔ جب شادی کی تو بیوی کی ذمہ داری آگئی جب اولاد پیدا ہوگئی تو اس کی ذمہ داری بھی اس کے اوپر ہے۔ جبکہ بیٹی جب بچی تھی تو باپ کفالت کر رہا تھا جب شادی ہوئی تو شوہر کفالت کرنے لگا جب بوڑھی ہو جائے گی تو بیٹا کفالت کرے گا۔ مرد پر ہر وقت کفالت کی ذمہ داری ہے جبکہ عورت پر کفالت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

ماں اگرچہ مالدار ہو تب بھی اسلام یہ نہیں کہتا کہ وہ بچے کی ضروریات کو پورا کرے۔ اس وقت تو کوئی نہیں کہتا کہ مرد کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ لیکن میراث کی بات ہو تو عورت کی حق تلفی یاد آجاتی ہے۔ عورت کی دیت کے آدھے ہونے میں بھی ایک فلسفہ کارفرما ہے۔ معاشرتی لحاظ سے کیا مرد اور عورت کی حیثیت ایک جیسی ہے۔ مرد کے جانے سے معاشرے پر کیا اثر پڑتا ہے اور عورت کے جانے سے کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی گھرانے کا سربراہ یعنی باپ دنیا سے چلا جائے اور چھ سات نابالغ بچے ہوں۔ تو اس گھرانے کی صورت حال کیا ہوگی؟ کیا اکیلی عورت انہیں سنبھال سکے گی۔

مزید وضاحت

مذکور بالا مطالب کو سمجھنے کے لئے درج ذیل نکات کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

1. اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے اپنے فقہی قوانین انسان کی ولادت سے لے کر وفات تک اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مدّنظر رکھ کر بنانے ہیں۔ میراث دیت اور باقی اقتصادی مسائل اس کا ایک شعبہ ہے نہ کہ مکمل اسلام اور اس کے قوانین یہی ہیں۔ لہٰذا صرف اقتصادی پہلو کو دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام عورت کو وہ حقوق نہیں دیتا جو مرد کو دیتا ہے۔
2. اسلام کے نکتہ نظر سے مرد اور عورت کے لئے کچھ مخصوص ذمہ داریاں ہیں۔ مثلاً عورت کا نان و نفقہ، اس کے لئے گھر، خوراک، لباس کا مہیا کرنا اور حق مہر وغیرہ مرد کے ذمہ ہے۔ اگر عورت اپنی مرضی سے اپنے اخراجات پورا کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ شوہر اسے اس کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔
3. دیت در حقیقت وہ مال ہے جو انسان کے جسمانی نقصان کو پورا کرنے کے لئے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کا اس کے معنوی مقام و مرتبے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرد کی دیت کا زیادہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ شرعی اور انسانی حیثیت سے عورت سے افضل ہے اور معنوی لحاظ سے اس کا مرتبہ عورت سے بلند ہے۔ سورہ آل عمران میں خدا فرماتا ہے: أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (2) یعنی: "میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم ایک دوسرے کا حصہ ہو۔"

اس آیت کی رو سے انسان کی عظمت اور مقام و مرتبہ اس کے علم و عمل کے لحاظ سے ہے۔ اگر علم و عمل کے لحاظ سے عورت مرد سے بڑھ جائے تو خدا کے نزدیک اس کا رتبہ بلند تر ہے۔ لہٰذا اس لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حتی کہ دیت کے مسئلہ میں بھی

۳/۱تک مرد اور عورت کی دیت برابر ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک انگلی یا دو انگلیاں کاٹ دی جائے تو جو اس کی دیت ہے اتنی ہی اس عورت کی دیت ہے جس کی ایک انگلی یا دو انگلیاں کاٹی جائیں۔ اسی طرح میراث میں ہر جگہ عورت کا حصہ مرد سے کمتر نہیں ہے۔ کئی مقامات پر برابر اور کئی مقام پر زیادہ ہے۔ مثلاً میت کے ماں باپ کو برابر ملتا ہے۔ اگر میت کا باپ اور صرف ایک بیٹی ہو تو باپ کو ۴/۱ دیا جائے گا۔ باقی سب بیٹی کو دیا جاتا ہے۔

4. اسلام نے گھر کی اقتصادی ضروریات کا پورا کرنا مرد پر واجب قرار دیا ہے۔ عورت کو معاف رکھا ہے۔ دیت ایک لحاظ سے اس نقصان کا جبران کرتی ہے جو ایک گھر کو مقتول کی وجہ سے اٹھانا پڑتا ہے اور اقتصادی نکتہ نظر سے اصل کردار چونکہ مرد کا ہوتا ہے اسی لئے مرد کی دیت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ بعض اوقات عورت گھر کی اقتصادی ذمہ داریاں پوری کرتی ہے تو جواب یہ ہے کہ قانون اکثریت کو دیکھ کہ بنائے جاتے ہیں نہ کہ اقلیت کو دیکھ کر اور عام طور پر اقتصادی ذمہ داری مرد اٹھاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دیت مالی اور اقتصادی نقصان کا جبران ہے اور مالی اور اقتصادی لحاظ سے مرد عورت سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس لئے اس کی دیت اور میراث عورت سے زیادہ ہوتی ہے اب ہم اس پر شرعی ادلہ قائم کرتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن اور احادیث اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔ دیت کے متعلق قرآن کریم میں صرف ایک ہی آیت ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلاَّ خَطَئًا وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مْؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّهِ وَكَانَ اللّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (3)

ترجمہ: " اور کسی مؤمن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کردے وہ ایک مؤمن غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثا کو خونبہا (دیت) ادا کرے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں۔ پس اگر وہ مؤمن مقتول تمہاری دشمن قوم سے تھا تو (قاتل) ایک مومن غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثا کو دیت ادا کرے اور اگر مقتول ایسی قوم کے ساتھ تعلق رکھتا تھا جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے ورثہ کو دیت دی جائے گی اور ایک غلام آزاد کیا جائے گا اور جسے غلام میسر نہیں وہ دو ماہ متواتر روزے رکھے یہ ہے اللہ کی طرف سے توبہ اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں دیت کا حکم دیا گیا ہے اگر مقتول مؤمن ہے۔ فرق نہیں ہے کہ مرد ہو یا عورت۔ اسی طرح قتل کرنے والا مرد ہے یا عورت جو بھی قاتل ہے اور قتل غلطی سے ہوا ہے تو اس پر دیت واجب ہے۔ مقدار دیت بیان نہیں کی گئی ہے کہ اگر مقتول مرد ہو تو کتنی دیت ہو گی۔ البتہ بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں دیت کی مقدار بیان کی گئی ہے اس طرح واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور متعدد روایات میں دیت کی مقدار بیان کی گئی ہے۔

دیت کی مقدار

امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ: وکانت لعبد المطلب... سقایۃ الحاج (4) یعنی: "حضرت عبدالمطلب کی پانچ سنتیں ایسی ہیں کہ جنہیں خدا نے اسلام میں بھی جاری رکھا ہے۔ آپؐ نے باپ کی بیویوں کو بیٹوں پر حرام قرار دیا۔ قتل کی دیت سو اونٹ مقرر کی۔ طواف کے سات چکر قرار دیئے۔ اگر کوئی خزانہ مل جائے تو اس میں خمس ہے اور زمزم کو سقایۃ الحاج کا نام دیا۔"

عبدالرحمٰن ابن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا کہ وہ کہتے ہیں: كانت الدية في الجاهلية... الف شاة (5) یعنی: "عہد جاہلیت میں قتل کی دیت سو اونٹ ہوتی تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کو برقرار رکھا پھر جن کے پاس گائیں ہوتی تھیں ان پر دو سو گائیں اور بکریوں والوں پر ہزار بکری، اہل ذہب پر ہزار دینار اور اہل درھم پر دس ہزار درہم اور اہل یمن پر سو حلے دیت قرار دی۔"

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے یہی بات امام صادق علیہ السلام سے پوچھی تو فرمایا: "حضرت علی علیہ السلام کہتے تھے کہ دیت ہزار دینار ہے ایک دینار کی قیمت دس درہم ہے۔ پس شہر والوں پر دس ہزار درہم اور دیہاتیوں پر سو اونٹ یا دو سو گائے یا ہزار بکری ہے۔"

ابی بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دیت کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: دية المسلم... ومن البقر مائتان (6) یعنی: "مسلمان کی دیت دس ہزار درہم، ہزار دینار، ہزار بکریاں، سو اونٹ یا دو سو گائے ہے۔"

عطاء ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ: انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قضىٰ في الدته... حلة (7) یعنی: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹوں والے پر سو اونٹ، گائے والوں پر دو سو گائے، بکریوں والے پر دو ہزار بکریاں اور حلوں والے پر دو سو حلے دیت مقرر کی ہے۔"

شیعہ و سنی کتب میں دسیوں احادیث موجود ہیں جو کہتی ہیں کہ مسلمان مرد کی دیت سو اونٹ، دو سو گائیں، ہزار بکریاں، دس ہزار درھم یا ہزار دینار ہے یا ان کے برابر کوئی چیز دی جائے۔

عورت کی دیت

عبداللہ بن مسکان امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: اذا قتلت المراة رجلا قتلت به واذا قتل الرجل المرأة فان ارادالقود ادوافضل دية الرجل واقادوا بها وان لم يفعلوا قبلوا من القاتل الدية دية المرأة كاملة و دية المرأة نصف دية الرجل. (8) یعنی: "جب عورت کسی مرد کو قتل کردے تو اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اگر مرد کسی عورت کو قتل کردے تو اگر مقتولہ کے وارث مرد کو قصاص کرنا چاہتے ہیں تو مرد کی بقیہ دیت ادا کریں (یعنی آدھی دیت) اور قصاص کرلیں اور اگر قصاص نہ کرنا چاہیں تو قاتل سے عورت کی مکمل دیت لے سکتے ہیں۔ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔"

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: في رجل قتل امرأة متعمدًا فقال ان شاء اهلها ان يقتلوه ويؤدوا الى اهله نصف الدية وان شاؤوا اخذوا نصف الدية خمسة الأف درهم. (9) یعنی: "ایک شخص نے ایک عورت کو جان بوجھ کر قتل کردیا اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر مقتولہ کے وارث چاہیں تو قصاص لے سکتے ہیں البتہ اس کے وارثین کو آدھی دیت دینا ہوگی اور اگر چاہیں تو آدھی دیت جو کہ پانچ ہزار درہم ہے لے سکتے ہیں۔"

معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دية المرأة على النصف من دية الرجل (10) یعنی: "عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔" حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: دية المرأة في الخطاء على النصف من دية الرجل (11) یعنی: "قتل خطا میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔

مذکورہ بالا روایات کے علاوہ بھی بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ اگرچہ بعض فقہانے ان روایات کی اسناد پر اعتراض کیا ہے اور بعض راویوں کو قابل وثوق نہیں سمجھا لیکن ان کا یہ اعتراض قابل غور نہیں ہے۔ یہ اعتراض اس وقت قابل غور ہوتا جب ان روایات کے مقابلے میں ایسی روایات بھی ہوتیں جن میں عورت اور مرد کی دیت کو برابر قرار دیا گیا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقہاء جو عورت کے لئے نصف دیت کے قائل نہیں ہیں ان کی مخالفت کو فقہاء نے قابل اعتبار نہیں سمجھا اور مسئلہ کو اجماعی قرار دیا ہے۔

شیخ جواہری اپنی مشہور کتاب جواہر الکلام میں کہتے ہیں: کیف کان فلا خلاف... کما ھو اوضح (12) یعنی: "بہر حال اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور نص وفتوی کے لحاظ سے بھی کوئی اشکال نہیں ہے کہ مسلمان اور آزاد عورت کی دیت آدھی ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ عاقل ہو یا پاگل، معذور ہو یا سالم اس کی دیت آدھی ہے قتل عمدی ہو یا خطائی۔ بلکہ اس پر اجماع اپنی دونوں قسموں کے ساتھ قائم ہے۔ مستفیض بلکہ تواتر کے ساتھ اس کی حکایت کی گئی ہے جس طرح تواتر کے ساتھ احادیث موجود ہیں۔ بلکہ ابن علیہ اور اصم کے علاوہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت آدھی ہے۔ یہ دونوں کہتے ہیں کہ مرد کے برابر ہے حالانکہ ان سے پہلے بھی اجماع ہے اور ان کے بعد بھی۔ بلکہ جنہوں نے اجماع کا ادعا کیا ہے انہوں نے ان دونوں کی مخالفت کی پروا نہیں کی اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے پس عورت کی دیت پچاس اونٹ یا پانچ سو دینار ہے۔"

علامہ حلی کہتے ہیں: اما دیة المرأة... غیر سلیتھا (13) یعنی: "مسلمان اور آزاد عورت کی دیت آدھی ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی عاقل ہو یا پاگل معذور ہو یا سالم۔" فاضل ہندی کہتے ہیں: اما دیة المرأة المسلمة... غیر سلیمتھا (14) یعنی: "مسلمان اور آزاد عورت کی دیت آدھی ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی عاقل ہو یا پاگل معذور ہو یا سالم کیونکہ احادیث بھی موجود ہیں اور اجماع بھی، صرف بعض اہل سنت فقہانے مخالفت کی ہے۔"

بعض اہل سنت کی مخالفت کو فقہاء اہل سنت قابل اعتبار نہیں سمجھتے اسی لئے وہ بھی اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں: لم اعلم... خمسون من الابل (15) یعنی: "عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے، میں نہیں سمجھتا کہ گذشتہ یا موجودہ فقہا نے اس کی مخالفت کی ہو۔ وہ دیت پچاس اونٹ ہے۔"

خلاصہ یہ کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور اس کی دلیل وہ روایات ہیں جو علمائے اسلام نے اپنی کتب احادیث میں نقل کی ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ نساء/۱۲۴

2۔ العمرآن/۱۹۵

3 ۔ نساء، آیت ۹۲

4۔ شیخ صدوق، الخصال، ص۵۷

5۔ شیخ کلینی، الکافی، ج۷، ص۳۸۰

6۔ شیخ کلینی، الکافی، ج۷، ص۲۸۱

7۔ ابن اشعث سبستانی، سنن ابی داؤد، ۳۷۵/۲۔

8۔ کلینی، الکافی، ج۷، ص۲۹۸، باب دیۃ المراۃ، ح۱

9۔ کلینی، الکافی، ج۷، ص۲۹۹، باب دیۃ المراۃ، ح۴

10۔ بیہقی، نسنن الکبریٰ، ج۸، ص۹۵

11۔ ابن عبد البر، الاستذکار، ج۸، ص۶۵

12۔ شیخ محمد حسن، جواہر الکلام، ج۴۳، ص۳۲

13۔ علامہ حلی، قواعد الاحکام، ج۳، ص۶۶۸

14۔ کشف اللشام، ج۱۱، ص۳۱۸

15۔ شافعی، کتاب الام، ج۶، ص ۱۱۴